ششماہی علوم القرآن علی گڑھ، علوم القرآن، ۱۸/۱، جنوری۔ جون ۲۰۰۳ء

قرآن کریم میں موضوعی وحدت

حکمت حریری
ترجمہ: مسعود الرحمٰن خاں ندوی

اس سے قبل اپنی بعض تحریروں میں قرآنی آیات وسورتوں میں موضوعی ربط وتناسب سے بحث کرتے ہوئے یہ واضح کرچکا ہوں کہ مختلف اغراض ومقاصد اور متنوع مفاہیم ومعانی پر مشتمل ہونے کے باوجود قرآنی آیات اور سورتوں کے درمیان مکمل ربط ومناسبت موجود ہے اور وہ سب ایک ہی غایت ومقصد کی طرف نشاندہی کرتے ہیں۔ دراصل یہ اعجاز قرآن ہی کی ایک شکل ہے، اس لئے کہ قرآنی آیات بتدریج کم وبیش زمانی فاصلہ سے آگے پیچھے نازل ہوتی تھیں اور حضور ﷺ حسب معمول ہدایت فرماتے کہ فلاں آیت کو فلاں سورہ میں فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے رکھو، اب قابل غور بات یہ ہے کہ اگر یہ کلام انسانی ترتیب وتالیف کے مطابق ہوتا تو بڑا اختلال وتضاد اور انتشار پیدا ہوجاتا اور وہ عیب ونقص اور مواخذہ سے خالی نہ ہوتا، لیکن وہ تو تنزیل من حکیم حمید ہے۔ (حم السجدۃ ۴۲/۴۱) (قابل تعریف صاحب حکمت کی طرف سے نازل شدہ ہے۔)

مختلف اوقات وحالات میں جستہ جستہ نازل شدہ ایک طویل سورہ آپ پڑھیں تو اس میں کسی قسم کی بے ترتیبی یا الجھن محسوس نہیں کرتے، بلکہ اس کے مختلف مضامین میں مکمل مناسبت وموانست پاتے ہیں، اسی طرح ایک سورہ کے اندر مختلف اغراض ومعانی کے درمیان منتقلی بھی بے مقصد نہیں ہوتی (الل ٹپ بات تو اہل فہم انسانوں کے بھی لائق نہیں ہوتی تو احکم الحاکمین کو کیسے زیب دے سکتی ہے) بلکہ ان کے درمیان ربطِ محکم ہوتا ہے اور وہ سب کے سب ایک ساتھ اس انتہائی غایت اور عام مقصد کی طرف بڑھتے اور بالآخر وہاں پہنچتے ہیں جس کے اردگرد سورہ گھومتی ہے، اسی کو

بعض علماء موضوعی وحدت یا عمود سورہ یا نظام سورہ کہتے ہیں۔

اس حقیقت کی معرفت کے لئے قرآن میں تفکر وتدبر بہت ضروری ہے، اس لئے کہ وہ گہرے سوچ بچار کے بغیر ظاہر نہیں ہوتی، بغیر سوچے سمجھے قرآن شریف پڑھنے والوں سے اللہ سبحانہ نے ناگواری کا اظہار کیا ہے:

أفلايتدبرون القرآن أم علىٰ قلوب أقفالها (محمد/۲۴)	کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں

غوروفکر کرنے والوں کے لئے قرآن کے معانی ومفاہیم اور عجائب و لطائف ختم ہوتے ہیں نہ وہ بار بار پڑھنے سے پرانا ہوتا ہے۔

ولوأن مافي الارض من شجرة أقلام والبحر يمدّه من بعده سبعة أبحرمّا نفدت كلمات الله إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (لقمان/۲۷)	اگر زمین کے تمام درخت قلم ہوں اور سمندر اوراس کے بعد سات سمندر سیاہی ہوں تو بھی اللہ کی باتیں تمام نہ ہوں، بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

قرآنی سورتوں میں موضوعی وحدت پر استدلال کا طریقہ:

درج ذیل طریقہ سے کسی سورہ کی موضوعی وحدت پر استدلال قائم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ سورہ پر مجموعی نظر

قاری سورہ کو ایک بار پورا پڑھ کر اس کی غرض وغایت تک پہنچنے کے طریقہ کو معلوم کر کے بالجملہ اس کے معنوی نظام کی عام وحدت کا پتہ لگائے تا کہ اس کی روشنی میں یہ دیکھے کہ اس کا ہر حلقہ اس کی مناسب جگہ پر کیسے ذکر ہوا ہے۔ قرآنی نسق وترتیب کے مطالعہ کو صحیح سمت میں مرکوز رکھنے کا تقاضا ہے کہ اس طریقہ کی دریافت

سبق کا پہلا قدم ہو، اس لئے اس کے مختلف اجزاء کے درمیان موضوعی رشتوں پر اس وقت تک غور نہ کرے جب تک کہ سورہ کے تمام اجزاء کو شمار اور اس کے مقاصد کا تعین کر کے پوری سورہ پر پوری طرح سے غور نہ کر لے تاکہ پھر اس کو ان تفصیلات تک پہنچنے میں مدد ملے[1]

ایک سورہ میں خواہ کتنے ہی مسائل مذکور ہوں بہر حال وہ ایک ہی کلام ہے جس کا اول اس کے آخر سے اور اس کا آخر اس کے اول سے جڑا ہوا ہوتا ہے، اور بالجملہ ایک ہی غرض وغایت کی نشاندہی کرتا ہے، جس طرح کہ ایک مسئلہ سے متعلق کئی جملے ایک دوسرے کے ساتھ گندھے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے کسی سورہ کے نظم کو سمجھنے والے کے لئے اس کے علاوہ چارہ نہیں کہ وہ پوری سورہ پر نظر ڈالے، جس طرح کہ کسی مسئلہ کے سمجھنے کے لئے اس کا تمام اجزاء پر غور کئے بغیر مفر نہیں ہے[2]

۲۔ ہر سورہ کا نام اس کے مقصود کا ترجمان ہے

ہر سورہ کی آیات کے مختلف معانی و مفاہیم اور اغراض و مقاصد اور اس کے نام (جو کہ عام مقصد کی نشاندہی کرتا ہے) کے درمیان مستحکم ربط ہوتا ہے، تمام اجزاء قرآن کے درمیان ربط و مناسبت کا حکم لگاتے وقت یہ کلی امر غالب ہوتا ہے کہ سورہ کی غرض وغایت، اس غرض وغایت کے لئے ضروری مقدمات، ان مقدمات کے مطلوب سے قُرب وبُعد کے مراتب، اور مقدمات پر کلام کے ضمن میں سامع کے دل میں اٹھنے والے احکام اور ان کے تابع لازمی امور کو آپکی نگاہ میں ہوں[3] چنانچہ برہان الدین بقاعی نے اپنے شیخ محمد بجائی کا بیان ذکر کرنے کے بعد کہا: اس کتاب (نظم الدرر) پر کام کرنے کے دسویں سال سورۂ سبا تک پہنچنے کے بعد مجھ پر واضح ہوا کہ ہر سورہ کا نام اپنے مقصود کا ترجمان ہے، اس لئے کہ ہر چیز کا نام اپنے اور اپنے مسمّاۃ (مدلول) کے درمیان مناسبت اور اجمالاً اس میں پائی جانے والی تفصیل کو ظاہر کرتا ہے، یہی چیز حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے پیش ہوتے وقت ان کو بتائی تھی، حاصل کلام یہ کہ ہر سورہ کا مقصود اس کے تناسب کی طرف رہنمائی کرتا ہے، لہذا ہر سورہ کا

مقصود ذکر کرنا چاہئے پھر اس کے اور سورت کے نام میں تطبیق کی کوشش کرنی چاہئے۔[۴]

ابتداء کی طرف واپسی

بیشتر قرآنی سورتوں میں آپ دیکھیں گے کہ کلام ایک معنی ومفہوم سے دوسرے پھر اس سے دیگر معانی ومفاہیم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور پھر لوٹ کر اسی معنی ومفہوم کی طرف واپس آجاتا ہے جس سے بات شروع ہوئی تھی، ایک معنی سے دوسرے کی طرف یہ منتقلی کسی اہم رابطہ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے جو سیاق کے تقاضے کے مطابق آیات اور مقاصد کے درمیان جوڑ پیدا کرتا ہے۔ اس نکتہ پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ عبدالحمید فراہی (مولانا حمیدالدین فراہی) نے کہا ہے: میں نے اللہ کے کلام کی ترتیب میں دیکھا کہ کلام ایک بات سے دوسری بات کی طرف لوٹتا ہے، ان میں سے ہر بات مقصود ہونے کی مستحق ہوتی ہے تاکہ سینوں کو شفا بخشے اور دلوں کو جلا دے پھر وہ بات ابتدائی کلام کی طرف لوٹتی ہے اس طرح کلام ایک ایسے حلقہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کی تمام کڑیاں ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔[۵] عرب کی عادت اور بلاغت کا مزاج بھی یہی ہے کہ کلام ایک بات سے دوسری بات کی طرف منتقل ہو پھر پہلی یا درمیانی بات کی طرف لوٹے، اب اگر مخاطب کلام کے اسباب ووسائل کو جانتا ہے اور اس کو اپنے دل کی گہرائیوں میں سمجھتا ہے تو کلام کا یہ نظم ونسق اس کے لئے کسی اشکال کا باعث نہ ہوگا۔[۶] مزید وضاحت کے لئے قرآنی مثالوں میں درج ذیل سورتوں کی ابتدا و انتہا ملاحظہ کریں:

ابتداء	انتہاء
الممتحنة:	
یاأیها الذین آمنوا لاتتخذوا عدوّی وعدوّکم أولیاء......(۱)	یاأیها الذین آمنوا لاتتولّوا قوماغضب الله علیهم......(۱۳)
(اے اہل ایمان میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ)	(اے اہل ایمان ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن سے اللہ ناراض ہو......)

الحشر:

سبّح لله مافي السمٰوات ومافي الارض وھوالعزیز الحکیم(۱)
(اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں اورزمین میں ہے، اوروہی زبردست حکمت والا ہے)

یسبّح له مافي السمٰوات والارض وھوالعزیز الحکیم(۲۴)
اللہ کی پاکی بیان کررہاہے،جوکچھ آسمانوں اورزمین میں ہے اوروہی زبردست حکمت والا ہے۔

المؤمنون:

قدأفلح المؤمنون (۱)
مؤمن کامیاب ہوگئے

إنه لایفلح الکافرون (۱۱۷)
کافرکامیاب نہیں ہوتے

ایسی مثالیں دیگرسورتوں میں بھی تلاش کی جاسکتی ہیں۔

۴۔ایک سورہ میں بعض آیات یامعانی کی تکرار

بعض سورتوں میں آیات کی تکرار ہوئی ہے اگرچہ ان مکررآیات کے متعدد معانی واغراض بیان ہوئے ہیں لیکن تکرار بذات خوداس موضوعی وحدت اورعام غرض وغایت پردلالت کرتی ہے جس کے اردگردسورہ گھومتی ہے۔ذیل میں بعض سورتوں میں واردمکررآیات کانقشہ ملاحظہ کریں:

ھود:

قال یقوم اعبدوالله مالکم من إله غیره(۸۴،۶۱،۵۰)

کہا: اے قوم اللہ کی بندگی کرواس کےعلاوہ تمہاراکوئی معبودنہیں۔

القمر:

ولقدیسّرنا القرآن للذکر فھل من مدّکر(۱۷،۲۲،۳۲،۴۰،)

ہم نے سمجھنے کے لئے قرآن آسان کردیاتوکیاکوئی سوچنے سمجھنےوالا ہے

الرّحمٰن:

فبأیّ آلاء ربّکما تکذّبان (۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۶، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۷، ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۷۷،)

پس تم دونوں (جن وانس) اپنے رب کی کون کون سی نعمتیں جھٹلاؤ گے؟

المرسلات:

ویل یوّمئذللمکذّبین (۱۵، ۱۹، ۲۴، ۲۸، ۳۴، ۳۷، ۴۰، ۴۵، ۴۷، ۴۹)

اس (قیامت کے) دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانے والوں کے لئے

قرآن میں موضوعی وحدت کے مطالعہ کی ابتداء

تفسیر کے چار طریقے ہیں: (۱) تفسیر تحلیلی، یہ قدیم ترین طریقہ ہے، (۲) تفسیر اجمالی (۳) تفسیر مقارن، مقابلہ وموازنہ والا طریقہ، یا تقابلی تفسیر (۴) تفسیر موضوعی، موضوعی وحدت کا مطالعہ اس طریقہ کی جزئیات میں سے ہے۔ اول تین طریقوں کے مطابق لکھی ہوئی تفسیروں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے، لیکن موضوعی تفسیر نسبتاً نئی قسم ہونے کی وجہ سے اس طریقہ پر لکھی ہوئی کتابوں کی تعداد بھی بہت قلیل ہے۔ یہ قسم نہ صرف نئی ہے بلکہ یہ اصطلاح بھی چودہویں صدی ہجری میں اس وقت سامنے آئی جب اس طریقہ کے مطابق جامع ازہر کے کلیۂ اصول الدین میں تفسیر پڑھانا طے ہوا چنانچہ اس وقت سے پہلے اس طریقۂ تفسیر کے مطابق لکھی ہوئی تحریریں اس نام سے مشہور بھی نہ ہوئیں بلکہ علماء نے جس طرح مختلف موضوعاتِ قرآن پر الگ الگ لکھا تھا اسی طرح علیحدہ موضوعات کے نام سے ان کی تحریریں مشہور ہوئیں جیسے ابوعبیدہ القاسم بن سلام (وفات ۲۲۴ھ) کی الناسخ والمنسوخ، الماوردی (وفات ۴۵۰ھ) کی امثال القرآن، الراغب اصفہانی (وفات ۵۰۲ھ) کی المفردات فی غریب القرآن، ابن الجوزی (وفات ۵۹۷ھ) کی نزھة الأعین النواظر فی علم الوجوہ والنظائر، ابن القیم

الجوزیہ (وفات ۷۵۱ھ) کی اقسام القرآن اور برھان الدین بقاعی (وفات ۸۸۵ھ) کی مصاعد النظر للاشواف علی مقاصد السور اور نظم الدرفی تناسب الآیات و والسور۔

کل قرآن میں موضوعی وحدت

آیات قرآنی کے درمیان ارتباط ومناسبت کے اعتراف کا مطلب یہ ہے کہ متنوع اغراض ومقاصد کے باوجود ہر سورہ ایک عام مقصد کے تحت متعین موضوعی وحدت سے مربوط ہوتی ہے۔ آیات کی ترتیب کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ وہ توقیفی ہے، سورتوں کی ترتیب کے بارے میں بھی راجح بات یہی ہے کہ وہ بھی توقیفی ہے۔ متقدم ومتاخر مفسرین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ قرآن اپنی تفسیر خود کرتا ہے اور یہی تفسیر سب سے زیادہ معتبر ہوتی ہے، چونکہ صحیح ترین طریقہ یہی ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے اس لئے کہ قرآن میں جو بات ایک جگہ مجمل بیان ہوئی ہے دوسری جگہ اس کی وضاحت کردی گئی ہے اور جو بات ایک جگہ مختصر بیان ہوئی ہے دوسری جگہ اس کی تفصیل پیش کردی گئی ہے۔ یے خود اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

الله نزّل أحسنَ الحديثِ كتابا متشابها مثاني تقشعرُّ منه جلودُ الذين يخشون ربّهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم إلى ذكرالله ذلك هُدىٰ الله يهدى به من يشاءُ ومن يُضللِ الله فماله من هاد۔ (الزمر/۲۳)

اللہ نے بہترین بات کتابی شکل میں نازل کی جو آپس میں ملتی جلتی دھرائی ہوئی ہے اپنے رب سے ڈرنے والوں کی کھالیں اس سے کانپ جاتی ہیں، پھر اللہ کی یاد سے ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے، اس کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جس کو اللہ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے

اس آیت میں متشابھاً کے معنی: قرآن کے بعض حصے بعض سے مشابہ اور مثانی کے معنی: اس کے موضوعات کو بار بار دُہرایا گیا ہے اس سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ پورے قرآن میں موضوعی وحدت ہے۔

مشابہ کی مثالیں

مثال کے طور سورہ فاتحہ کو دیکھئے کہ وہ ایک دیباچہ کی طرح جامع ہے اس میں قرآن کی تمام باتوں کی کلید موجود ہے[8] اس لئے اس کے ناموں میں اُمّ القرآن، اُمّ الکتاب اور الأساس وغیرہ ہیں۔ حسن بصری نے فرمایا: اللہ نے آسمان سے ایک سو چار کتابیں اتاریں، ان کے علوم چار کتابوں، توراۃ، انجیل، زبور اور فرقان (قرآن مجید) میں جمع کیے، پھر ان چاروں کے علوم فرقان میں یکجا کیے، پھر علوم قرآن کو مفصل سورتوں میں اکٹھا کیا، پھر مفصل سورتوں کے علوم سورہ فاتحہ میں ودیعت کیے، اب جس نے سورہ فاتحہ کی تفسیر کا علم حاصل کرلیا تو گویا اس نے اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں کے علوم حاصل کر لئے اور جس نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی تو گویا اس نے توراۃ، انجیل، زبور اور فرقان سب کی تلاوت کی۔[9]

سورہ فاتحہ اپنے اختصار کے باوجود علومِ کثیرہ کی جامع ہے، اس میں توحید کی تینوں قسمیں موجود ہیں، توحید ربوبیت رب العلمین سے، توحید الوہیت إیاك نعبد وإیاك نستعین سے (اس لئے کہ وہی عبادت اور استعانت کے لائق ہے) اور توحیدِ اسماء وصفات الحمدللہ سے ماٗخوذ ہوتی ہے (اس لئے کہ تمام اسماء حسنٰی اور صفات عالیہ اللہ کے محامد و مدائح ہی ہیں) نیز رسالت کا ثبوت إھدنا الصراط المستقیم سے ملتا ہے (اس لئے کہ یہ راستہ ہم کو رسول اللہ ﷺ ہی نے بتایا ہے) اور انصاف پرمبنی جزا وسزا مالك یوم الدین سے ماٗخوذ ہے، اس کے علاوہ یہ کہ تمام اشیاء اللہ کی قضاوقدر کی محتاج ہیں اور یہ کہ بندہ اپنے اعمال کا فاعل حقیقی ہے مجبور نہیں إیاك نعبد وإیاك نستعین سے مفہوم ہوتا ہے (اس لئے کہ اگر بندہ اپنی مشیت (چاہت ورغبت) کا مالک اور اس میں پروردگار کی اعانت وتوفیق کا محتاج نہ ہوتا تو اللہ سے

استعانت کا طلبگار نہ ہوتا اسی طرح إياك نعبدو اياك نستعين خیر کی اصل اور عمل کی قبولیت کا سبب یعنی اخلاص کامل پر بھی مشتمل ہے۔[۱۰]

دوسری مثال سورہ اخلاص کی ہے جس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نکل کر آئے اور فرمایا: ''تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن پڑھتا ہوں، پھر آپ نے قل هو الله أحد، الله الصمد پڑھی یہاں تک کہ اس سورہ کو ختم کیا''۔[۱۱] حضرت قتادہؒ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے قرآن کے تین حصے کئے اور قل هو الله أحد کو ان کا ایک جزء بنایا۔''[۱۲] نووی نے اس حدیث کی شرح میں مازری کے حوالہ سے نقل کیا: کہا گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کے تین گوشے ہیں قصے، احکام اور اللہ تعالیٰ کی صفات، چونکہ قل هو الله أحد صفات پر مشتمل ہے اس لئے وہ ایک تہائی، یعنی تین حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔[۱۳] ابن حجر نے کہا: قرآن کے معانی کے لحاظ سے وہ (قل هو الله أحد) ایک تہائی حصہ ہے، اس لئے کہ قرآن میں احکام، اخبار اور توحید ہے، چونکہ یہ سورہ تیسری قسم (توحید) پر مشتمل ہے اس لحاظ سے وہ ایک تہائی ہوئی۔[۱۴] ابوالعباس بن سریج سے مروی ہے اللہ نے قرآن کو تین قسموں میں اتارا: ایک تہائی احکام، ایک تہائی وعد و وعید اور ایک تہائی اسماء و صفات، اور اس سورہ (قل هو الله أحد) نے اسماء و صفات کو جمع کیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا: اس بات کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کے معانی کی تین صنفیں ہیں: الٰہیات، نبوات اور شرائع (احکام)[۱۶] اور ثعالبی نے اپنی تفسیر میں ابن العربی کا یہ قول نقل کیا ہے: تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ علوم قرآن کی تین قسمیں ہیں: توحید، تذکیر اور احکام، قرآن کا بڑا حصہ علم تذکیر یعنی وعد و وعید، خوف و رجاء، اور قرب اور ان سے مربوط چیزوں پر مشتمل ہے جن کی وہ دعوت دیتا ہے۔[۱۷]

مثانی کی مثالیں

اب ان بعض قرآنی سورتوں پر غور کریں جن میں ان کے موضوعات کو بار

بار بار دھرایا گیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلوب اور طریقِ سیاق کے اختلاف کے باوجود معنی ومفہوم ایک ہی ہے، اس سے ان سورتوں میں موضوعی وحدت کا پتہ چلتا ہے، مثال کے طور پر غور وفکر سے پہلے سورہ البقرۃ کو پڑھیں جو قرآن کی طویل ترین سورہ ہے پھر اسی تدبر کے ساتھ سورہ لقمان کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے اسلوب اور طریق سیاق کے اختلاف کے باوجود کس طرح معانی ومضامین کی تکرار ہوئی ہے، سورہ بقرہ میں مذکورہ معانی ومضامین سورہ لقمان میں اختصار کے ساتھ وارد ہوئے ہیں، دونوں کی ابتداء میں بھی اتحاد ہے، دونوں سورتوں کی آمنے سامنے لکھی ہوئی آیات پر غور کریں:

البقرۃ	لقمان
الم، ذلك الكتابُ لاريب فيه هدىً للمتقين (۱۔۲)	الم، تلك آياتُ الكتاب الحكيم هدىً ورحمةً للمحسنين (۱۔۳)
اس کتاب میں کوئی شک نہیں، ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے	یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں، نیکی کرنے والوں کے لئے (وہ کتاب) ہدایت ورحمت ہے۔
يُؤتى الحكمةَ مَن يّشاءُ ومن يؤتَ الحكمةَ فقد أوتيَ خيراً كثيراً، وماَ يذّكّرُ إلّااُولُوا الالباب (۲۶۹)	ولقد آتينا لقمان الحكمةَ أن اشكرلله ومن يَشكرُ فانّما يُشكرُ لِنفسهِ ومن كفر فإنّ الله غنيٌّ حميد (۱۲)
(جس کو چاہتا ہے حکمت (سمجھ) عطا فرماتا، اور جس کو حکمت ملی اس کو بڑی بھلائی ملی، اور عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں)	(اور ہم نے لقمان کو سمجھ عطا کی کہ اللہ کا حق واحسان مانو، اور جو (اللہ کا) حق مانے گا تو وہ اپنے ہی بھلے کے لئے مانے گا، اور جو انکار کرے گا تو اللہ بے نیاز بڑی تعریفوں والا ہے

فَمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد إستمسك بالعروة الوثقىٰ لاانفصام لها والله سميع عليم(۲۵۶)

(جوگمراہ کرنے والے کاانکار کرے اوراللہ پرایمان لائےتواس نے مضبوط کندہ کوپکڑا جوٹوٹنے والانہیں ہے، اوراللہ سب کچھ سنتااورجانتاہے)

ومَن يُسلم وجَههُ الى الله وهو محسنٌ فقد استمسك بالعروة الوثقىٰ والى الله عاقبة الأمور (۲۲)

(اورجواپنا چہرہ اللہ کے تابع کرے اوروہ نیکی کرنے والا ہوتواس نے مضبوط کندہ کوپکڑا، اورتمام کاموں کاانجام اللہ کے پاس ہے)

اب ایک اورمثال میں دیکھئے کہ مشرکین سے اظہار براءت کرتے ہوئے سورہ التوبةاورسورہ الممتحنہ۔دونوں ایک ہی مفہوم سےشروع ہورہی ہیں۔

التوبة

براءة من الله ورسوله الى الذين عاهدتم من المشركين (۱)

الممتحنة

ياايها الذين آمنوا لاتتخذوا عدوىّ وعدوّكم أولياء (۱)

دراصل سورہالممتحنہسورہالتوبة کاخلاصہ ہے، پھران دونوں کوسورہ الکافرون میں اختصارکےساتھ سمیٹ دیا گیاہے۔

تیسری مثال کےطور پرسورہ العصر پرغورکیجئے،اس میں چارسورتوں:البقرہ، آل عمران، النساء اورالمائدہ کا خلاصہ جمع کردیا گیا ہے، اب دیکھئے اس میں مذکور چارصفات، ایمان، عمل صالح، اورحق وصبر کی آپس میں تاکیدونصیحت کس طرح مذکورہ طویل ترین سورتوں سے مأخوذ ہے،سورہ البقرہ اورسورہ آل عمران اسلام وایمان کی تفصیلات پرمشتمل ہیں،اورالبقرہ میں مفصل شرعی احکام بھی مذکورہیں،ان سب کوسورہ العصرکی آیت إلاالذين آمنوا وعملو الصالحات میں ذکرکردیا گیا،سورہ النساء میں رشتہ داروں کےحقوق کی تفصیل اورعدل وانصاف کےساتھ ان کی ادائیگی کاحکم ہےجن کوتواصوبالحق میں مختصراًبیان کیاگیا،اورسورہ المائدہ میں معاملات کی

حلت وحرمت کا بیان، حلال کی پابندی اور حرام سے اجتناب اور حلال معاملات کو حسب معاملہ پورا کرنے سے متعلق احکام کا وتواصوا بالصبر میں خلاصہ کیا گیا اس لئے کہ حلال کی فکر اور حرام سے پرہیز صبر کا طالب ہے۔۱۸

بعض سورتوں کے اختصار کی حکمت:

بعض قرآنی سورتیں انتہائی مختصر ہیں جیسے العصر، الکوثر، الاخلاص وغیرہ اس کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے تاکہ اس کا وہ کامل ترین دین محفوظ رہے جس کو اس نے ہمارے لئے پسند فرمایا ہے، صرف اس لئے نہیں کہ وہ اللہ کی کتاب ہے، یہ شرف تو تمام سابق آسمانی کتابوں کو بھی حاصل تھا لیکن وہ تحریف وتزویر (جعل سازی) سے نہ بچ سکیں، لیکن چونکہ اسلام کو مکمل شکل وصورت میں باقی رکھنا اور تمام ادیان پر غالب کرنا مقصود تھا اس لئے کلی اصول انتہائی اختصار مگر وضاحت کے ساتھ ان مختصر چھوٹی چھوٹی سورتوں میں سمیٹ دیے گئے، تاکہ اگر پورا قرآن یا طویل ومتوسط سورتیں بعض لوگوں کے لئے حفظ کرنا مشکل ہو تو وہ لوگ مختصر چھوٹی سورتیں یاد کرلیں، چونکہ اسلام دین فطرت ہے اور محمد ﷺ تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لئے اس میں عالم، جاہل، مرد، عورت، شہری، دیہاتی ہر طبقہ کے لوگوں کی رعایت رکھی گئی تاکہ کسی کے لئے ناواقفیت کی گنجائش اور عذر باقی نہ رہے، دیگر مذاہب وادیان پر اسلام کی وجہ امتیاز ہر سطح ہر مقام اور ہر زمانہ کے لوگوں کی مراعات بھی ہے، اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ مختصر سورتیں صرف ایک معنی ومفہوم کے لئے مخصوص ہیں جیسے سورہ الاخلاص توحید کے لئے سورہ العصر دین کے دو بنیادی ارکان ایمان وعمل کے لئے اور سورہ الکوثر بشارت کے لئے۔ (۱۹)

موضوعی وحدت کے اہتمام کے نتائج وفوائد:

۱۔ اسرائیلیات سے اجتناب اور ان کی تردید، اور روایتوں کی حقیقت سے واقفیت اور ان میں صحیح وضعیف کی تمیز، موضوع روایات کس طرح تفاسیر میں راہ

پا گئیں اس کی مثال میں غرانیق والا قصہ پیش کیا جا سکتا ہے جسے بیشتر مفسرین نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔

وماأرسلنا من قبلك من رسول ولانبيٍ إلّا إذاتمنّى ألقى الشيطن فى امنيته فَينسخُ الله مايلقى الشيطان ثم يحكم الله آياته والله عليم حكيم۔ (الحج/۵۲)

● ہم نے آپ سے پہلے جو رسول و نبی بھی بھیجا اور اس نے کوئی بات پہنچانی چاہی تو شیطان نے اس میں کچھ ملا دیا، پھر اللہ نے شیطان کا ملا یا ہوا مٹا دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا، اور اللہ سب جاننے والا حکمت والا ہے۔

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کے ومنوٰۃ الثالثة الأخرى (النجم :۲۰) بھلا تم دیکھو تو لات اور عزّی کو اور تیسرے دیگر منات کو) پڑھنے کے دوران شیطان نے تلك الغرانيق العلى، وان شفاعتهن لترجى کے الفاظ شامل کر دیئے۔ اس روایت کے مرسل طریقوں سے وارد ہونے کی وجہ سے علماء حدیث نے اس کو رد کر دیا۔ لیکن جن علماء نے آیات کے ربط و نظم اور موضوعی وحدت کا خیال رکھا جیسے بقاعی نے نظم الدرر اور مصاعد النظر میں اور ابوحیان نے البحرالمحیط میں بیان کیا کہ آیت بالا میں الشیطان سے النضر بن الحارث جیسے انسان نما شیطان مراد ہیں جو اپنی قوم کے افراد اور بیرونی زائرین کو اسلام سے دور رکھنے کے لئے شکوک وشبہات میں مبتلا کرتے تھے اس لئے مذکورہ آیت سے پہلے یہ آیت آئی ہے:

والذين سعوا فى آياتنا مغجزين أولئك أصحاب الجحيم (الحج/۵۱)

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو شک وشبہ کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی وہی دوزخی ہیں۔

لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ان انسان نما شیطانوں کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالیں، اس کوشش کو شیطان کی طرف

اس لئے منسوب کیا گیا کہ انسانی شیاطین اسی کی جنس میں شمار ہوتے ہیں۔۲۰

۲۔ موضوعی وحدت تک پہنچانے والے ربط آیات اور نظم قرآن میں تدبر کے ذریعہ لطیف حکمتوں اور عجیب نکات کا استنباط

درج ذیل آیت پر غور کریں:

وأورثكم أرضهم وديارهم واموالهم وأرضاً لم تطؤها وكان الله على كل شئى قديرا۔ ياايها النبيُّ قل لازواجك ان كنتن تردن الحيوة الدنيا وزينتها فتعالين أمتعكنّ وأسرِّحكن سراحاً جميلا۔ وإن كنتنّ تردن الله ورسوله والدار الاخرة فانّ الله أعدّ للمحسنات منكنّ أجراً عظيما (الاحزاب/۲۷۔۲۹)

اس نے تم کو ان کی زمین، گھر، مال و دولت اور ایسی زمین جس پر تم چلے نہ تھے کا وارث بنایا، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو ساز و سامان دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں، اور اگر تم اللہ اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے عہد و پیمان کو توڑا تو ان کی زمین، گھر، جائداد و مال و دولت سب مسلمانوں کو غنیمت میں ملے، وہ آسودہ حال ہوئے تو خواتین نے اپنے نان نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ اس پس منظر سے یہ لطائف و حکمتیں مستنبط ہوتی ہیں۔

☆ عہد و پیمان کی خلاف ورزی ذلت و رسوائی اور غیر قوموں کے تسلّط کا سبب ہوتی ہے،

☆ مال و دولت کی کثرت دنیاوی اہتمام اور اس میں اضافہ کے مطالبہ کا

موجب بنتی ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے ہوشیار کرتے ہوئے فرمایا: بخدا میں تمہارے بارے میں فقر سے نہیں ڈرتا، لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر فراخ کردی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کی گئی تھی، تو تم ان کی طرح مقابلہ بازی کرنے لگو، اور وہ تم کو ویسے ہی مستی میں ڈالدے جیسے کہ ان لوگوں کوڈالا تھا۔ [۲] اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو آپ کی مصاحبت اور دنیا سے بے رغبتی، اور دنیاوی کشادگی اور آپ سے جدائی میں سے ایک بات چننے کا اختیار دیا تو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔

☆ مذکورہ آیات کے پس منظر میں یہود بنی قریظہ اور ازواج رسول اللہ ﷺ دونوں کے موقف میں گروہ بندی صاف نظر آتی ہے اگرچہ الگ الگ امور میں:

یہود کی معاہدہ توڑنے پر اور ازواج نبی ﷺ کی نان نفقہ میں اضافہ کے لئے یہ گروہ بندی اس سورہ کے نام الاحزاب (جس کے معنی ہیں جماعتیں) سے بھی پوری طرح میل کھاتی ہے، یہ بھی (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا) موضوعی وحدت پر استدلال کا ایک طریقہ ہے۔

۳۔ کثرتِ آراء واقوال سے پیدا ہونے والے اختلافات ومنازعات کا فیصلہ ہوتا ہے اور موضوعی وحدت کی تلاش کا اہتمام کرنے سے اختلافات کا دائرہ تنگ ہوتا ہے اور مختلف آراء واقوال میں اتحاد کی شکل نکلتی ہے، جو مفسرین موضوعی وحدت سے بے توجہی برتتے ہیں ایک آیت بلکہ اس کے ایک ایک لفظ کی تفسیر میں بہت سے اقوال وآراء، متعدد امکانات واحتمالات اور متنوع بلکہ متضاد صورتیں وشکلیں نقل کرتے چلے جاتے ہیں حالانکہ اس آیت یا لفظ کی صحیح تفسیر ان سب کی متحمل نہیں ہوتی، وہ ایک ہی رائے یا قول قبول کرسکتی ہے، مگر یہ لوگ اس طرف دھیان نہیں دیتے، چند مثالیں ملاحظہ کریں:

(ا) فهل عسيتم إن توليّتم أن تفسدوا في الارض وتقطعوا أرحامكم (محمد/۲۲)	اگر تم کو حکومت مل جائے تو کیا تم زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور رشتہ داریاں توڑو گے؟

اس آیت کے لفظ تولّیتم کے معنی میں بہت سے مفسرین نے متضاد اقوال نقل کئے ہیں۔

☆ بیشتر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ لفظ ولایۃ سے مأخوذ ہے اوراس کے معنی ہیں اگر تم کوحکومت ملے تو......

☆ دیگر مفسرین نے کہا کہ اس کے معنی اعراض (روگردانی، منھ پھیرنا) کے ہیں مطلب یہ کہ اگر تم نے قبولِ حق سے اعراض کیا تو۔

بیشتر مفسرین نے قولِ اول کو ترجیح دی ہے، مگر صحیح بات یہی ہے کہ تولّیتم کے معنی ''تم لوگوں نے اعراض کیا'' ہیں سورہ کی موضوعی وحدت اسی بات کی تائید کرتی ہے، چنانچہ دیکھئے سورہ کی ابتدااور انتہا میں اللہ اوراس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے اعراض اور پیٹھ پھیرنے پر تنبیہ کی گئی ہے، اس تنبیہ کا کوئی تعلق تقریباً درمیان میں مذکور آیت بالا میں ولایت وحکومت سے نہیں ہے، سورہ کی ابتدائی آیت یہ ہے۔

الذین کفروا وصدّوعن سبیل الله أضل اعمالهم (محمد/۱)	جن لوگوں نے کفر کیا اوراللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو اکارت کیا

سورہ کی آخری آیت یہ ہے:

وإن تتولّوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا أمثالکم (محمد/۳۸)	اوراگر تم پھر گئے تو وہ تمہارے علاوہ کسی قوم کو بدل دے گا، پھر وہ تم جیسے (نافرمان) نہ ہونگے۔

اوراب مذکورہ بالا درمیانی آیت کو پھر پڑھئے اور معنی پر غور کیجئے:

فهل عسیتم إن تولّیتم أن تفسدوا فی الارض وتقطّعوا أرحامکم (محمد/۲۲)	اگر تم (راہِ حق سے) پھرے تو کیا تم زمین میں فساد برپا کروگے اور رشتہ داریاں توڑوگے؟

اس طرح غور کرنے سے آیات کے مفہوم میں توازن قائم ہوتا ہے اور بے

ربطی ختم ہوتی ہے۔

۲۔قرطبی نے اپنی تفسیر میں سورہ الکوثر کی تفسیر میں الکوثر کی درج ذیل سولہ معنی ومفہوم لکھے ہیں:

(۱) جنت کی ایک نہر (۲) نبی ﷺ کا مخصوص حوض (۳) نبوت وکتاب (۴) قرآن (۵) اسلام (۶) قرآن کی تسہیل اور شرائع (احکام) کی تخفیف (۷) صحابہ، امت اور ساتھیوں کی کثرت (۸) ایثار (۹) ذکر کی بلندی (شہرت) (۱۰) شفاعت (۱۱) نبی ﷺ کے دل کا نور جس نے ان کی اللہ تک رہنمائی کی (۱۲) الٰہی معجزات جنہوں نے نبی ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کو ہدایت دی (۱۳) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (۱۴) دین میں تفقہ (۱۵) پنجوقتہ نمازیں (۱۶) اُمر عظیم۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں الکوثر کے یہ معنی ثابت ہیں: کوثر وہ خیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی، ابو بشر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا۔ لوگ تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ جنت کی ایک نہر ہے؟ سعید نے کہا: جنت کی وہ نہر بھی اسی خیر میں سے ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ۔۲۳یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے الکوثر کے معنی ثابت ہیں تو مذکورہ بے شمار اقوال بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

آپ کو یہ خیال بھی نہ ہو کہ بیان کردہ بیشتر اقوال ''متنوع اختلاف'' کی قسم سے ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ وہ ''متضاد اختلاف'' کی نوعیت کے ہوتے ہیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا اس لئے بار بار ''قیل'' (کہا گیا ہے) کہا جاتا ہے کے لفظ سے ان کا ذکر ہوتا ہے۔

موضوعی وحدت کے مطالعہ کے لئے علماء کی مساعی

موضوعی وحدت کی اصطلاح کے استعمال کے لحاظ سے تفسیر کی یہ قسم جدید دور کی پیداوار ہے اگرچہ اس کی جڑیں قدیم زمانہ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ تفسیر کی یہ قسم

بہت بڑا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں، اس میدان میں امام برہان الدین بقاعی (وفات ۸۸۵ھ) کی خدمات بڑی اہمیت رکھتی ہیں جس کو انھوں نے اپنی دو کتابوں نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور اور مصاعد النظر للاشراف علی مقاصد السور میں پیش کیا ہے، نیز امام شاطبی نے اس قسم کی تفسیر سے متعلق بعض اصول وقواعد اپنی کتاب الموافقات فی اصول الشریعۃ میں وضع کئے اور فخر الدین رازی (وفات ۶۰۶ھ) نے اپنی تفسیر میں بعض مواقع پر موضوعی وحدت کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی طرح ابن قیم نے اپنی متعدد کتابوں میں بعض آیات اور سورتوں کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس وحدت کا ذکر کیا ہے۔

ہمارے زمانہ میں بھی موضوعی وحدت سے متعلق کئی تفسیری بحثیں سامنے آچکی ہیں جیسے ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز نے سورہ البقرہ کی تفسیر موضوعی وحدت کے اعتبار سے لکھی، سید قطبؒ نے اپنی تفسیر ظلال القرآن میں بیشتر سورتوں کے مقدمات میں سورہ کے موضوعات کا ذکر کیا ہے، محمد محمود حجازی کی کتاب الوحدۃ الموضوعیۃ فی القرآن تو خاص زیر بحث موضوع سے متعلق مستقل کتاب ہے، ان کے علاوہ بعض علمی وتحقیقی رسائل میں اس طریقِ کار کے مطابق بعض سورتوں کی تفسیر بیان لکھی گئی ہے، مثلاً قاضی شمس الدین بن شیر محمد نے اپنی کتاب أنوار التبیان فی أسرار القرآن میں تمام سورتوں کا موضوعی خلاصہ پیش کرنے کی بڑی قابل قدر کوشش کی ہے، اور ڈاکٹر مصطفی مسلم نے مباحث فی التفسیر الموضوعی میں سورہ الکہف کا موضوعی مطالعہ کیا ہے۔ اس طرح کی تمام معاصر تحریروں کے باوجود ابھی تک مطلوب حاصل نہیں ہوا ہے، اس لئے کہ یہ اور تمام دیگر قابلِ قدر مؤلفین اگرچہ اس تفسیر کے بحرِ زخار میں داخل ہوئے مگر ساحل وکنارہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس اہم اور بڑے منصوبہ کی تکمیل کے لئے اپنے نیک بندوں کو مزید توفیق وحوصلہ عطا فرمائے اور ان کے لئے اس عظیم کام کو آسان فرما دے۔ آمین

موضوعی وحدت کے مطابق چند تفسیری نمونے

۱۔قل ھو للذین آمنوا ھدیً وشفاءُ والذین لایؤمنون فی آذانھم وقرٌ وھو علیھم عمی أولئك ینادون من مکان بعید۔ (حم السجدہ/۴۴)

کہہ دیجئے کہ یہ (قرآن) ایمان والوں کے لئے ہدایت اورشفاء، اور جوایمان نہیں لائے اوران کے کانوں میں بوجھ اور (آنکھوں کے لئے) اندھاپن ہے گویا کہ ان کودور کی جگہ سے پکارا جارہا ہے (اس لئے وہ نہیں سنتے)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رازی نے کہا: ہروہ شخص جودیانت داری وانصاف سے کام لے اس کو معلوم ہوگا کہ اگر ہم اس آیت کی تفسیر مذکورہ طریقہ پر موضوعی وحدت سے کریں تو یہ سورہ ازاول تاآخر ایک مقصد کے لئے بیان کئے ہوئے کلام واحد میں پروئی ہوئی معلوم ہوگی۔۲۴

۲۔شاطبی تیرہویں مسئلہ کی تفصیل میں دلائل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں مثلاً سورہ البقرۃ نظم کے اعتبار سے کلامِ واحد ہے وہ کئی نوع کے کلام پر مشتمل ہے۔ اس میں اصل مطلوب سے متعلق بعض چیزیں مقدمہ اورتمہید کے طور پر ہیں، بعض کی حیثیت تاکیدی اور تکمیلی باتوں کی ہے، بعض مباحث مقصدِ نزول سے متعلق ہیں اور یہ ہے احکام کی تبیین وتوضیح ابواب کی تفصیل کے مطابق اور بعض ایسے خاتمے ہیں جوتاکیدوثبوت وغیرہ کے لئے ماقبل مذکور کلام کی طرف لوٹتے ہیں۔۲۵

پھرامام رازی نے مثال کے طور پر یہ بھی بیان کیا کہ اگر چہ سورہ المؤمنون بہت سے معانی پر مشتمل ہے لیکن دراصل ایک مسئلہ سے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ سورہ مکی سورتوں میں سے ہے اور بیشتر مکی سورتیں ایسے تین معانی پر مشتمل ہوتی ہیں کی اصل واحد معنی: یعنی ''اللہ تعالی کی عبادت کی دعوت'' ہوتی ہے:

(۱) ایک برحق اللہ کے لئے وحدانیت کی تاکید، الرحمہ [illegible]ات کئی طریقہ

سے بیان ہوتی ہے جیسے شرک کی مطلق نفی، یا مختلف واقعات کے ضمن میں کفار کے دعووں کے حوالہ سے شرک کی نفی جیسے شریک کے اللہ کے مقرب ہونے یا اللہ کا لڑکا ہونے کا باطل خیال یا دیگر فاسد دعوے۔

(۲) محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کی تاکید اور یہ کہ وہ تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور وہ اللہ کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں اس میں وہ سچے ہیں۔ یہ بات بھی کئی طریقوں سے بیان ہوئی ہے جیسے محمد ﷺ کے رسولِ برحق ہونے کا ثبوت، اور کفر وعناد (ضد) کی وجہ سے ان کے جھوٹے یا ساحر یا مجنون یا کسی دوسرے انسان کے ذریعہ ان کا سکھایا پڑھایا ہونے کے باطل دعووں کی نفی۔

(۳) بعث ونشور اور آخرت کا واضح دلیلوں کے ذریعہ ثبوت کہ بیشک اس کا آنا برحق ہے۔اور اس کے منکرین کے انکار کی ہر شکل کا ہر ایسے ذریعہ سے رد کہ منکرین پر حجت لازم آئے، ان کی زبان بالکل بند ہو جائے اور پوری بات واضح ہو جائے۔

یہی وہ تین معانی ومضامین ہیں جن پر مکہ میں نازل قرآن اور اس کی سورتیں عموماً مشتمل ہوتی ہیں، اور جو بات بظاہر ان تین معانی ومفاہیم سے خارج معلوم ہوتی ہے وہ بھی درحقیقت ان ہی معانی کے تابع اور ان ہی کی طرف لوٹتی ہے، چنانچہ ترغیب اور ترہیب، امثال وقصص اور جنت دوزخ کے ذکر کے بعد قیامت کے دن کا بیان وغیرہ ایسی ہی دیگر مثالیں ہیں۔

اب اگر سورہ المؤمنون پر غور کریں تو ہم کو اس میں بالکل واضح طور پر تینوں معانی ملیں گے مگر مجموعی طور پر ان میں کفار کے انکارِ نبوت کا بیان غالب ہے جو کہ باقی دو معانی کے لئے مدخل وتمہید کی حیثیت رکھتا ہے۔ کفار قریش نے نبی ﷺ کی صفتِ بشریت کی وجہ سے ان کی نبوت کا انکار کیا اس لئے کہ ان کے خیال میں نبوت کا مقام ومرتبہ بشریت سے بہت بلند تھا، یا اگر یہ رتبۂ بلند کسی بشر کو ملنا ہی تھا تو ان کے علاوہ کسی اور یعنی نبی ﷺ کو کیوں ملا؟ اس لئے یہ سورہ نبوت کے لئے بشریت کی صفت، اس کے بارے میں کفار کے اعتراضات اور اس کی کامل ترین شکلوں سے بحث کرتی ہے

کہ ایسا بشر نبوت کے لئے اللہ کے اختیار و انتخاب کا مستحق ٹھہرتا ہے چنانچہ سورہ کا افتتاح تین بنیادی مضامین سے ہوا:

ا۔ اس موقع پر سب سے زیادہ اہم اور ضروری بات بندہ کی ان کسبی صفات کا بیان ہے کہ جب وہ ان سے متصف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند مقامِ نبوت سے سرفراز کرتا ہے وہ صفات یہ ہیں۔

قد أفلح المؤمنون. الذين هم فی صلاتهم خشعون. والذين هم عن اللغو معرضون. والذين هم للزكوة فعلون. والذين هم لفروجهم حفظون إلّا على أزواجهم أوماملكت ايمانهم فانهم غير ملومين. فمن ابتغى وراء ذلك فاولئك هم العدون. والذين هم لامنٰتِهم وعهدهم راعون۔ والذين هم على صلوٰتهم يحافظون. أولئك هم الوارثون۔ الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون۔ (آیات ا۔۱۱)

وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، اور جو لغویات سے اعراض کرتے ہیں، اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے کہ ان پر کوئی ملامت نہیں ہے پھر جس نے ان کے علاوہ (قضائے شہوت کے لئے) کچھ چاہا تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کا لحاظ کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہی میراث پانے والے ہیں، وہ فردوس میراث میں پائیں گے اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲۔ انسان کی تخلیق و تشکیل کی اصل اور امتحان و آزمائش کے مراحل سے گذر کر اس کی ایسی ترقی کا بیان جس پر کوئی ناقد طعن و تشنیع نہ کر سکے۔ (آیات ۱۲ تا ۱۴)

۳۔ اس انسان کے اعزاز اکرام کے لئے اس کی تربیت کے لائق خارجی معاون اسباب اور زندگی گذارنے کے لئے زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان تمام چیزوں کو اس کے فائدہ کے لئے مسخر کرنے کا بیان۔ (آیات ۱۷ تا ۲۲)

پھر انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان ہوئے جن میں کفار کی طرف سے مختلف باتوں کے ذریعہ ان کے مذاق اڑائے جانے کا ذکر ہے جن میں سے ایک وجہ مذاق انبیاء کی صفتِ بشریت بھی ہوتی تھی، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ان کی قوم کے سرداروں کا یہ قول منقول ہے۔

فقال الملأ الذين كفروا من قومه ما هذا إلّا بشر مثلكم يريد أن يتفضل عليكم ولو شاء الله لأنزل ملائكة، ماسمعنا بهذا في آبائنا الأولين (۲۴)

ان کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے کہا یہ تم جیسا ہی آدمی ہے، جبکہ اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار سکتا تھا، ہم نے تو یہ بات اپنے اگلے باپ دادوں سے نہیں سنی

پھر دیگر قوموں کے مختصر ذکر میں یہی بیان آیا ہے کہ ان کے لئے بھی ان ہی جیسے بشر کو (نہ کہ فرشتے کو) رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔

وقال الملأ من قومه الذى كفروا وكذّبوا بلقاء الآخرة واترفنهم فى الحيٰوة الدنيا ماهذا الابشرٌ مثلكم يأكل فماتأكلون منه ويشرب ممّاتشربون، ولئن أطعتم بشراً مثلكم إنّكم إذاً لخسرون۔(۳۴-۳۳)

ان کی قوم کے ان سرداروں نے کہا جو کفر کرتے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو اور ان کو دنیاوی زندگی میں ہم نے عیش و آرام عطا کیا تھا انھوں نے کہا یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے، ان ہی چیزوں کو کھاتا ہے جن کو تم کھاتے ہو اور ان ہی چیزوں کو پیتا ہے جن کو تم پیتے ہو اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی تو بیشک تم خسارہ میں پڑے۔

"إن هو إلّا رجلا إفترى على الله كذباًوّ مانحن له بمؤمنين (۳۸)

یہ تو ایک آدمی ہی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھ رکھا ہے، ہم تو اس کو ماننے والے نہیں

اس کے بعد بھی اللہ نے ایک کے بعد ایک رسول ان کی قوموں ہی میں سے

بھیجے اوران کو ان کی قوموں نے حسب عادت جھٹلایا۔

ثـم أرسلـنا رسلنا تترا كلّما جاء امةً رسولُها كذّبوه...... (۴۴)	پھر ہم نے اپنے رسولوں کو لگاتار بھیجا جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو اس نے اس کو جھٹلایا۔

رسولها (اس کا رسول) سے مراد اس امت میں سے اسی جیسا رسول جس کو وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے ذکر میں فرعون اوراس کی قوم کے سرداروں کا قول نقل ہوا ہے:

فقالوا أنومن لبشرين مثلِنا وقومها لناعابدون (۴۷)	انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے دوآدمیوں پر ایمان لائیں جبکہ ان کی قوم ہماری تابعدار ہے

یہ تمام باتیں سابق امتوں کے کفار کی زبانی نقل ہوئی ہیں جنہوں نے صفتِ بشریت کی وجہ سے نبوت کو کم رتبہ سمجھا، تاکہ حضرت محمد ﷺ کو تسلی واطمینان ہو، پھر بتایا کہ بشر ہونا انبیاء کے لئے کسی عیب یا کمی کی بات نہیں تمام سابق رسول وانبیاء بشر ہی تھے، وہ تمام لوگوں کی طرح کھاتے پیتے تھے، اور جہاں تک نبوت ورسالت کی خصوصیت کا تعلق ہے تو وہ بالکل دوسری چیز ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بخشی ہوئی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغام ہدایت کے اثبات کے بعد فرمایا۔

وجعلنا ابن مريم وأمه آية وآوينهما إلى ربوةٍ ذاتِ قرار ومعين (۵۰)	ہم نے ابن مریم (حضرت عیسیٰ) اوران کی ماں کو ایک نشانی بنایا اور ہم نے ان کو قیام کے لائق ایک ٹیلے اور صاف پانی کے چشمے کے پاس پناہ دی۔

حالانکہ وہ دونوں کھاتے پیتے تھے، پھر تمام انبیاء کو مخاطب کرکے انعام کے طور پر فرمایا:

يـاأيهـاالـرسل كلوا من الطيبات واعـملوا صالحاًإني بما تعملون عليم(٥١)

اے رسولو! اچھی نعمتیں کھاؤ، اور نیک عمل کرو، کہ جو کچھ تم کرتے ہو میں جانتا ہوں

یعنی یہ نعمتیں تم پر اللہ کا احسان ہیں جن کا شکر عملِ صالح ہے، اور یہ عمل صالح ہی اس کے کرنے والے کے لئے موجب خصوصیت ہے نہ کہ اعمالِ بد۔

اس کے بعد تمام انبیاء کے درمیان مماثلث ومشابہت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا کہ وہ سب جنس بشر سے چنے گئے ہیں:

إن هـذه أمتـكـم أمة واحدةً وّأنا ربكم فاتّقون(٥٢)

بیشک تمہاری یہ امت ایک ہی امت ہے، اور میں تم سب کا پروردگار ہوں، تو صرف مجھ سے ڈرو

پھر اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے ابتدائے سورہ میں بیان کردہ چند اوصاف کا اعادہ اس طرح فرمایا۔

إن الـذيـن هـم مـن خشية ربهـم مشـفقون . والـذيـن هـم بآيات ربهـم يـومنون والذين هم بربهم لايشـركون . والـذيـن يؤتـون مـاآتـووّقـلـوبهـم وجلةأنهم الى ربهـم راجـعون اولئك يسٰرعون فـى الـخيرات وهـم لهاسٰبقون ـ (٥٧ـ٦١)

البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں، اور جو لوگ اپنے رب کی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، اور جو لوگ جو کچھ دیتے ہیں وہ دیتے ہیں مگر ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں کے لئے جلدی کرتے اور ان کے لئے سبقت لے جاتے ہیں۔

ابتدائے سورہ سے یہاں تک کہ آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ

مقصود معنی (یعنی اللہ کی عبادت کی دعوت، اقرارِ توحید ورسالت اور اثبات آخرت) کے علاوہ اس سورہ میں ایک اور اہم مضمون کا ذکر ہے، اور وہ ہے اللہ اور اس کے رسول سے استکبار وعناد (ضد) کے بنیادی سبب کی بدولت انبیاء اور رسولوں کی صفت بشریت کو بہانہ بنا کر ان سے اعراض، اپنی بڑائی کا اظہار، اس پر غرور اور اللہ ورسول کی نافرمانی کا مظاہرہ چنانچہ سورہ کا پہلا مضمون (آیات ۱۔۱۱ میں مذکورہ صفات کی بدولت) استکبار کے برخلاف اللہ کی عبادت واطاعت کا احساس دلاتا ہے، دوسرا مضمون (آیات ۱۲۔۱۶) یہ اعلان کرتا ہے کہ انسان انتہائی خستہ وکمزور حالت میں عدم سے وجود میں آیا۔ چونکہ عدم سے وجود تک اس کے ساتوں مراحل تخلیق وتکوین کمزوری در کمزوری سے ہو کر گذرے ہیں اس لئے استکبار اس کیلئے مناسب ہے نہ وہ اس کو زیب دیتا ہے، تیسرا مضمون (آیات ۱۷ تا ۲۲) انسان کو ان اشیاء اور وسائلِ زندگی کی یاد دلاتا ہے کہ اگر ان کو اللہ نے پیدا نہ کیا ہوتا تو عادت جاریہ کے مطابق انسانی زندگی سخت مشکلات میں پڑ جاتی اور کوئی انسان زندہ نہ رہ سکتا چنانچہ ایسے مجبور ولاچار انسان کو اپنے ہی جیسے دیگر انسانوں پر اظہار برتری اور استکبار مناسب نہیں یہ سب باتیں در اصل کفار کو ایک طرح سے لاجواب کرنے اور ان کی زبان بندی کرنے کے لئے ہیں۔

پھر قصص انبیاء کے ضمن میں روساء کفار کے اپنے انبیاء پر ایمان نہ لانے کا عذر لنگ یعنی ان کی صفت بشریت کے ذکر کا بار بار اعادہ ہے، چنانچہ نوح علیہ السلام کے قصہ (آیات ۲۳۔۳۰) میں ان کی قوم کے سرداروں کا قول تھا۔

فقال الملأ الذين كفروا من	ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا:
قومه ماهذا الا بشر مثلكم (۲۴)	وہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے

اسی طرح نام لئے بغیر ان کے بعد کے انبیاء (غالباً ہود یا صالح علیہ السلام کے قصہ (آیات ۳۲۔۴۱) میں ان کی قوم کے سرداروں کا کہنا تھا:

وقال الملأ من قومه الذين كفرواو كذبوا بلقاء الآخرة وأترفنٰهم فى الحيوة الدنيا، ماهذاالا بشرمثلكم يأكل مماتأكلون ويشرب مماتشربون۔ ولئن أطعتم بشراً مثلكم انكم اذاً لخسرون (۳۳۔۳۴)

ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے، آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے ان کو دنیاوی زندگی میں عیش وآرام نصیب کرر کھا تھا، انہوں نے کہا: یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے، جو تم کھاتے ہو وہی وہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو وہی وہ پیتا ہے، تو اگر کہیں تم نے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی تو یقیناً تم خسارہ میں رہو گے۔

اور حضرت موسیٰ وہارون علیہ السلام کے (قصہ آیات میں ۴۵۔۵۰) میں فرعون کی قوم کے سرداروں نے بھی یہی عذر کیا:

أنؤمن لبشرين مثلنا وقومُهما لنا عٰبدون (۴۷)

کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں جبکہ ان کی قوم ہماری تابعدار ہے؟

ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ سب کافر سردار اپنی اپنی قوم میں اپنی سرداری و بڑائی کے بل بوتے پر صفتِ بشریت کو بہانہ بنا کر انکار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم ہوا:

فذرهم فى غمرتهم حتى حين۔ أيحسبون أنما نمدّهم به من مال وبنين۔ نسارع لهم فى الخيرات. بل لايشعرون۔ (۵۴۔۵۶)

سو آپ ان کو ایک وقتِ (مقرر) تک مستی میں پڑا رہنے دیجئے، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کو جو مال واولاد عطا کرر کھی ہے یہ ان کو (انعام کے طور پر) جلدی جلدی بھلائیاں پہنچانے کی قسم سے ہے؟ بلکہ وہ (قانون استدراج کو) نہیں سمجھتے؟

یعنی اشرافِ قریش مال ودولت کی بہتات اور آل واولاد کی کثرت پر ناز کرتے ہیں کہ یہ ان کی بڑائی کی دلیل ہیں حالانکہ شرف وعزت کی حقدار وہ صفات

ہیں جن کا ذکر آئندہ آیات میں آرہا ہے:

"إن الذین ھم من خشیة ربھم مشفقون، والذین ھم بآیت ربھم یؤمنون، والذین بربھم لایشرکون. والذین یؤتون ماآآتوا وقلوبھم وجلة أنھم الی ربھم راجعون. أولئك یسرعون فی الخیرات وھم لھا سٰبقو ن ۔ (۵۷۔۶۱)

البتہ عزت وعظمت کے لائق وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں مگر ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں سمیٹتے ہیں اور ان کے حاصل کرنے میں سبق لے جاتے ہیں

اس کے بعد کی آیات میں پھر کفار کی عیش وعشرت بھری منکرانہ زندگی، ان کے انجام کی نوعیت اور ان پر اللہ کے احسانات کا اعادہ ہے نیز نبوت کی صداقت پر دلائل قائم کئے گئے ہیں، اللہ کی وحدانیت اور اس کی خدائی میں کسی کی بھی شرکت کی نفی کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ برحق ہے، اور آخرت میں اطاعت گذاروں اور نافرمانوں دونوں فریقوں کے حسبِ حال اوصاف اور نتائج بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح اگر سورہ پر مجموعی طور پر نظر ڈالی جائے تو جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے زیادہ مکمل صورت میں حقائق سامنے آئیں گے بشرطیکہ قرآن کے نہج وطریقہ کو ملحوظ رکھا جائے اور اگر کوئی تدبر قرآن کے اس طریقہ کو قرآن کی تمام سورتوں میں آزمانا چاہے تو دروازہ کھلا ہوا ہے، اور توفیق اللہ کے دستِ قدرت میں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ المؤمنون ایک موضوع سے متعلق ایک قصہ ہے۔

یہاں یہ بھی واضح ہے کہ ابن القیم نے سورہ العنکبوت کی تفسیر میں لکھا ہے:
اس سورہ کا مضمون خلق وأمر کا راز ہے یہ امتحان وابتلاء (آزمائش) کی سورہ ہے اور اس میں دنیا وآخرت کی فکر میں مبتلا لوگوں کی حالت کا بیان ہے، جو شخص اس کی ابتداء، درمیان اور خاتمہ پر غور کرے گا وہ پائے گا کہ اول أمر میں ابتلاء وامتحان ہوتا ہے، درمیان میں صبر وتوکل اور آخر میں ہدایت ومدد۔ واللہ المستعان۔ [۲۶]

حواشی ومراجع

۱ النباء العظیم، ص۱۹۹
۲ الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعة۳/۴۱۳
۳ برہان الدین البقاعی، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور ۱/۱۷
۴ حوالہ مذکور ۱/۱۹
۵ عبدالحمید فراہی، دلائل النظام ص۵۵
۶ حوالہ مذکور
۷ ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر اور دلائل النظام ص۱۷
۸ دلائل النظام، ص ۵۵
۹ ابن تیمیہ، التفسیر الکبیر ۷/۱۲۲، السیوطی، تناسق الدرفی تناسب السور ص۶
۱۰ السعدی، تیسیر اللطیف المنان فی خلاصة تفسیر القرآن ص ۱۲
۱۱ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل قراءة قل هوالله احد، (حدیث نمبر۸۱۲)
۱۲ ایضاحدیث نمبر۸۱۱
۱۳ النووی، شرح صحیح مسلم، ۴/۴۱۹
۱۴ ابن حجر، فتح الباری، ۸/۶۷۸
۱۵ ابن تیمیہ، التفسیر الکبیر ۷/۱۲۱
۱۶ حوالہ مذکور ۷/۲۲۶
۱۷ الثعالبی، الجواهر الحسان، ۱/۳۸۶۔ سورۃ النساء آیت نمبر۱۱۳
۱۸ محمد عنایت اللہ سبحانی، إمعان النظر فی نظام الآی من السور، ص۳۱۵
۱۹ دلائل النظام ص۸۲۔۸۳
۲۰ ابوحیان، البحر المحیط، سورہ الحج، آیت نمبر۵۲ اور نظم الدرر، ۱۳/۶۷
۲۱ صحیح البخاری، کتاب الرقاق، حدیث نمبر۶۴۲۵
۲۲ حکمت الحریری، جوامع الکلم، ص۱۹۳
۲۳ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، حدیث نمبر ٤٩٦٦
۲۴ فخر الدین الرازی، التفسیر الکبیر، ۹/۵۷۰
۲۵ الموافقات فی اصول الشریعة، ۳/٤١٥
۲۶ ابن القیم، بدائع التفسیر، ۳/۳۷۰